

کیا یہ ہمارے پانی کی تاثیر ہے؟

ڈبلن شہر کے ریلوے سٹیشن پر ایک بوڑھا آدمی بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں تین چار اخبار تھے جو پلاسٹک میں لپیٹے ہوئے تھے۔ دوسرا ہاتھ، سیڑھیوں کے جنگل پر سہارا دینے کیلئے استعمال کر رہا تھا۔ معمولی سے کپڑوں میں مبسوں شخص کی طرف کوئی بھی دوسری بار نظر اٹھا کر نہیں دیکھ رہا تھا۔ ویسے اکاسی سالہ بوڑھے میں کوئی بھی ایسی نایاب بات نہیں تھی کہ کوئی اسے دوبارہ دیکھنے کی آرزو کرے۔ بابا، ڈبلن کے نزدیک ایک یونیورسٹی سے آ رہا تھا۔ اس درس گاہ کا نام University of Limerock تھا۔ یونیورسٹی سے آئے ہوئے بزرگ آدمی کو ڈبلن شہر میں ایک بھی بندہ نہیں جانتا تھا۔ اسکے پیچھے کوئی اخباری نمائندہ بھی نہیں تھا۔ ایک بالکل عام سا آدمی نظر آنے والا شخص قطعاً عام نہیں تھا۔ 2012 میں سٹیشن پر نظر آنے والا آدمی، اس یونیورسٹی کو ایک سو ستر ملین ڈالر کا عطیہ دیکروالپس آ رہا تھا۔ چک فینی (Chuck Fenny) نام کے اس شخص کا آئر لینڈ، ڈبلن اور ان بارہ ہزار طلباء سے بھی کوئی تعلق نہیں تھا جو اس یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ اس ”بہت بڑے آدمی“ کا صرف ایک فلسفہ تھا کہ مستحق لوگوں اور اداروں کی مدد کرتے جاؤ اور کسی کو بھی پتہ نہ چلے۔ پوری زندگی اس مردِ عجیب نے آٹھ بلین ڈالر کی بات کر رہا ہوں۔ یہ تقریباً اتنے پیسے ہیں جو پاکستان کو اس باروں لڑبینک نے اقتصادی تباہی سے نکلنے کیلئے دیے ہیں۔ فینی نے اپنی پوری عمر کی مکمل کمائی، بغیر کسی اشتہار کے، بغیر کسی صلے کے، مختلف اداروں میں تقسیم کر دی۔ سنجیدہ نکتہ یہ بھی ہے کہ اس نے یہ امداد، کسی مذہبی، لسانی اور سماجی تعصب کے بغیر فراہم کی۔ اس نے یہ نہیں دیکھا کہ اسکے دیے گئے ڈالروں سے صرف کر سچن لوگ ہی مستفید ہو رہے ہیں یا ہندو یا مسلمان یا یہودی۔ بلکہ کبھی بھی فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ایئر پورٹس پر ڈیوٹی فری دکانوں کا امیاب ترین نیٹ ورک دینے والا شخص حیرت انگیز کام کرتا رہا۔ 1982 میں اس نے Atlantic Philanthropies نام کی ایک کمپنی بنائی۔ دو سال بعد یعنی 1984 میں فینی نے اپنی دولت کا تقریباً چالیس فاؤنڈیشن کو منتقل کر دیا۔ اسکے کاروباری ادارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ فینی اپنی دولت کا بیشتر حصہ ایک فاؤنڈیشن کو دے چکا ہے۔

جب اس شخص کے طرف اور کشاوگی کے بارے میں معلوم ہوتا ہے تو انسان حیرت ذدہ رہ جاتا ہے۔ اس نے کورنیل یونیورسٹی کو ایک بلین ڈالر کا عطیہ کیے۔ اس طرح ایک بلین ڈالر آئر لینڈ میں موجود دو تعلیمی اداروں کو دے دیے۔ ویت نام، جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسکے صحت کا نظام ٹھیک کرنے کیلئے تین سو ملین ڈالر کی امداد فراہم کی۔ اس مردِ عجیب نے آئر لینڈ میں جنگ بند کرانے کیلئے بھی دونوں فریقین کو مالی وسائل فراہم کیے۔ دیکھا جائے، نہ تو وہ سیاستدان تھا، نہ ہی اس نے کسی سے ووٹ مانگے تھے۔ نہ کسی عہدہ کا خواہش مند تھا۔ نہ ہی اس میں کسی قسم کا مذہبی تعصب تھا۔ مگر اس نے اپنی پوری جائیداد لوگوں کی فلاح کیلئے وقف کر دی۔ یہ غیر معمولی کام، اس امیر آدمی کو غیر معمولی بنادیتا ہے۔ آج فینی کے پاس صرف 1.4 ملین ڈالر ہیں، جسے وہ روزمرہ کے اخراجات کیلئے استعمال کرتا ہے۔ باقی تمام پیسے یونیورسٹیوں، کالجوں، صحت کے اداروں اور دیگر فلاجی کاموں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ایک حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ امداد دیتے

وقت، وہ اداروں کے سربراہان سے حلف لیتا تھا کہ کسی کو بھی نہیں بتائیں گے کہ یہ سب کچھ کو ناشخص کر رہا ہے۔ ہاں، وہ بھی ایک حلف دیتا تھا کہ یہ خطیر پیسے کسی ناجائز ذریعے سے نہیں کمائے گئے اور یہ نشیات سے بھی تعلق نہیں رکھتے۔ فینی کے متعلق کسی کو پتہ نہ چلتا۔ مگرچہ پیسے بر س پہلے ایک اخباری نمائندے نے دنیا کو بتایا کہ فینی کتنا بڑا کام کر رہا ہے۔ اسکے بعد میدیا یادیوانہ ہو گیا۔ مگر فینی نے کسی سے بھی بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے پوری زندگی میں صرف پانچ اثر و یودیے ہیں۔ جائیداد کی مناسبت سے وہ دنیا میں سب سے زیادہ خیرات کرنے والا انسان ہے۔ شائد سب سے بڑا آدمی۔

ان تمام باتوں کو آپ ملکی تناظر میں دیکھیں تو بہت عجیب سالگتائے ہے۔ پاکستانی زاویہ کی عرض کر رہا ہوں۔ ویسے ہمارے ملک کے پانی میں کوئی مسئلہ ہے کہ اسے پی کر ہر کوئی بڑا آدمی بننے کی استطاعت کھو بیٹھتا ہے۔ ناراض مت ہو یے گا۔ پاکستان کے بیش امیر ترین لوگوں کی فہرست بنائیجئے۔ قلم اور کاغذ لیکر جس طرح بھی آپ یہ فہرست بنانا چاہیں، شوق پورا کر لیں۔ جب ترتیب مکمل ہو جائے تو پہلا ذہنی جھٹکا اس وقت لگتا ہے جب یہ امیر ترین لوگ بتاہی نہیں سکتے کہ انہوں نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے۔ اسکا مأخذ کیا ہے۔ اتنے پیسے کون سے کاروبار سے کمائے گئے ہیں۔ نوے فیصد یا شاند ننانوے فیصد ذرائع مشکوک دکھائی دینے گے۔ اس فہرست میں قومی سطح کے سیاستدان، اقتصادی گرو اور کاروباری حضرات نظر آئیں گے۔ اگر تجزیہ کی بے رحم آنکھ سے دیکھیں، تو ان امیر آدمیوں میں آپ کو حد درجہ چھوٹے لوگ نظر آئیں گے۔ ذاتی بعض، اپنے مفادات، تعصباً اور نفرت سے بھرے ہوئے کردار۔ جو اپنی جیب سے ایک روپیہ خرچنے کے بھی روادار نہیں۔ قیامت یہ بھی ہے کہ یہ بیانگ دہل کہتے ہیں کہ ہم لوگ معزز ہیں اور ہمیں معزز تسلیم کیا جائے۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ لوگ انکی عزت نہیں کرتے، انکے شر سے گھبرا کر بلکہ ڈر کر، انہیں برداشت کرتے ہیں۔ زندہ مثالیں سامنے رکھیے۔ نہیں، شاند زندہ مثالوں سے کوئی فائدہ نہ ہو۔ یہ لوگ کرپشن، جھوٹ اور فراڈ کی سزاویں کے بعد بھی بے حسی سے دانت نکالتے پھرتے ہیں۔ ہنستے ہیں۔ عدالت جاتے وقت وکٹری کا نشان بناتے ہیں۔ پتہ نہیں۔ انہوں نے کو نہ علاقہ فتح کیا ہے۔ کو نہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ انہیں وکٹری کا نشان بناتے ہوئے کسی قسم کی حیاء نہیں آتی۔ کم از کم عام آدمی کو تو انکے ثابت کارنا موں کا علم نہیں ہے۔ ہاں، ایک اور حیرت انگیز روایہ۔ یہ لوگ پیسے دیکھ پھول پتیاں پھینکنے والوں سے اپنی گاڑیوں پر پھول پھینکوواتے ہیں۔ بندوں کو کرایہ دیکھ اپنے حق میں نعرے لگوواتے ہیں۔ دراصل یہ عزت خریدنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شائد کبھی کبھی لگتا ہے کہ یہ کامیاب بھی ہیں۔ کیونکہ اب معاشرے میں تکریم کی بنیاد پسیہ ہے۔ دولت ہے۔ شائد میرے جیسے لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔ غلط سوچ رہے ہیں۔ شائد ہم میں سے کوئی بھی کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔

ان امیر ترین یا شاند غریب ترین لوگوں کے متعلق سوچنا چھوڑیے۔ انکا ذکر اور انکے متعلق بات کرنی حد درجہ ادنی کام ہے۔ آپ، سماجی شعبہ میں نمایاں کام کرنے والوں کو پر کھیے۔ کسی نے اتفاق سے کوئی نیک کام کرہی دیا ہے، تو اپناؤھوں لیکر ہر وقت خود بجانا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ بے جا فخر، ان دیکھے تکبر اور ستائش سے انکا سینہ پھولا ہوا نظر آتا ہے۔ مثال لے لیجئے۔ ابھی رمضان گزر رہے۔ یہ لوگ اپنے سماجی کاموں کے بھرپور اشتہار دیتے ہیں۔ اخبارات اور اُنہیں پر پیسے دیکھ اپنی شہرت میں چارچاند لگاتے ہیں۔ مگر انکی شہرت اور بڑے نام کے پیچھے بھی ایک شدید عدم تحفظ پایا جاتا ہے۔ عمومی بات کر رہا ہوں۔ لازم ہے کہ کچھ لوگ صلے کی پرواہ

کیے بغیر کام کر رہے ہیں۔ ویسے، کم از کم مجھے اپنے معاشرتی رویے دیکھ کر یقین ہے کہ یہاں تعریف اور شہرت کے بغیر کوئی بھی اچھا کام کرنے کا ظرف نہیں رکھتا۔ اگر انہوں نے کوئی تعلیمی ادارہ بنانے کا کام کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو یہ اور انکے ملازمین، ہر دم، ہر وقت لوگوں سے پیسے مانگنے نظر آئے گے۔ حکومتی امداد کیلئے سر دھڑ اور عزت کی بازی لگادیتے ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی۔ جس میں ان سماجی جادوگروں نے اپنی ذاتی جائیداد کا ایک آنہ بھی اپنے قائم شدہ اداروں کیلئے خرچ کیا ہو۔ جائیداد کا بیشتر حصہ ان سماجی اداروں کیلئے وقف کر دیا ہو۔ یہ دوسروں سے امداد، خیرات، صدقات اور تکنوں کے منتظر نظر آئے گے۔ مگر اپنی گرد سے کچھ نہیں خرچے گے۔ قصد اُو ”دھیلہ“ کے لفظ کو استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ یہ لفظ ہمارے سیاسی اکابرین استعمال کر کر کے ہلاکاں ہو چکے ہیں۔ بلکہ دیوانے ہو چکے ہیں۔ ہم نے دھیلے کی کرپشن نہیں کی۔ مگر جیسے ہی پوچھا جاتا ہے کہ آپکی بے پناہ دولت کہاں سے آئی، تو یہ عالم استغراق میں چلے جاتے ہیں۔ تمام سیاسی جماعتوں میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جو اپنی دولت کا حساب دینے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ سیاسی قذاقوں کے ساتھ ساتھ اب سماجی قذاق بھی موجود ہیں۔ یہ سپتمال بنانے کا ارادا کریں گے تو سب سے پہلے آپکی جیب خالی کروائیں گے۔ یہ تعلیمی درسگاہ بنانے کا اعلان کریں گے تو انکی نظر پھر آپکے پیسوں پر ہی ہو گی۔ یہ کوئی یتیم خانہ کھول لیں گے تو معصوم بچوں کے درمیان بیٹھ کر ٹوپی پر دھڑ لے سے اٹڑو یو دیتے نظر آئیں گے۔ یہ لوگ، آقا کافرمان بھول چکے ہیں ”کہ جب کسی کی مدد کرو، تو اس طرح کرو کہ دوسرے ہاتھ تک کوپتہ نہ چلے“۔ مگر یہ سماجی ڈاکو ہماری مدد سے اپنے لیے شہرت کے قلعے خریدنے کا عمل کرتے ہیں۔ ڈھونڈ راپیٹتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یوں کیا۔ مگر عجیب بات ہے کہ انہوں نے کبھی لوگوں کو یہ ہوانہیں لگنے دی کہ انہوں نے اپنی ذاتی جیب سے اپنے ہی ادارے کیلئے کتنا عطا فرمایا۔

ویسے ایک شخص دیکھا تھا۔ جسکو ستائش کی تمنا نہیں تھی۔ کوئی خواہش بھی نہیں تھی۔ وہ صرف عبد الاستار ایڈھی تھا۔ جس نے نئے لٹھے کے کفن پر بھی پیسے نہیں خرچنے دیے۔ اپنے پرانے کپڑوں میں ہی مدفون ہونے کی وصیت کر دی۔ شائد ایک دو اور بھی مثالیں بھی ہوں جو طالب علم کے علم میں نہ ہوں۔ مگر یقیناً چک فینی جیسے بڑے آدمی ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ جو اپنی جائیداد، انسانیت کیلئے وقف کر دیں۔ جورنگ، نسل اور ہر طرح کے تعصب سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف عام آدمی کی بھلانی کو مدد نظر رکھیں۔ جنکو یہ بھی گوارانہ ہو، کہ کسی کو انکے اچھے کاموں کا پتہ چل پائے۔ ہمارے ہاں تو معاملہ ہی الٹا ہے۔ ہر شخص اپنی بزرگی اور بڑائی کا ڈھول خود ہی پیٹ رہا ہے۔ شائد ہمارے پانی کی تاثیر ہے کہ بڑے آدمی پیدا نہیں ہو رہے؟

راو منظر حیات